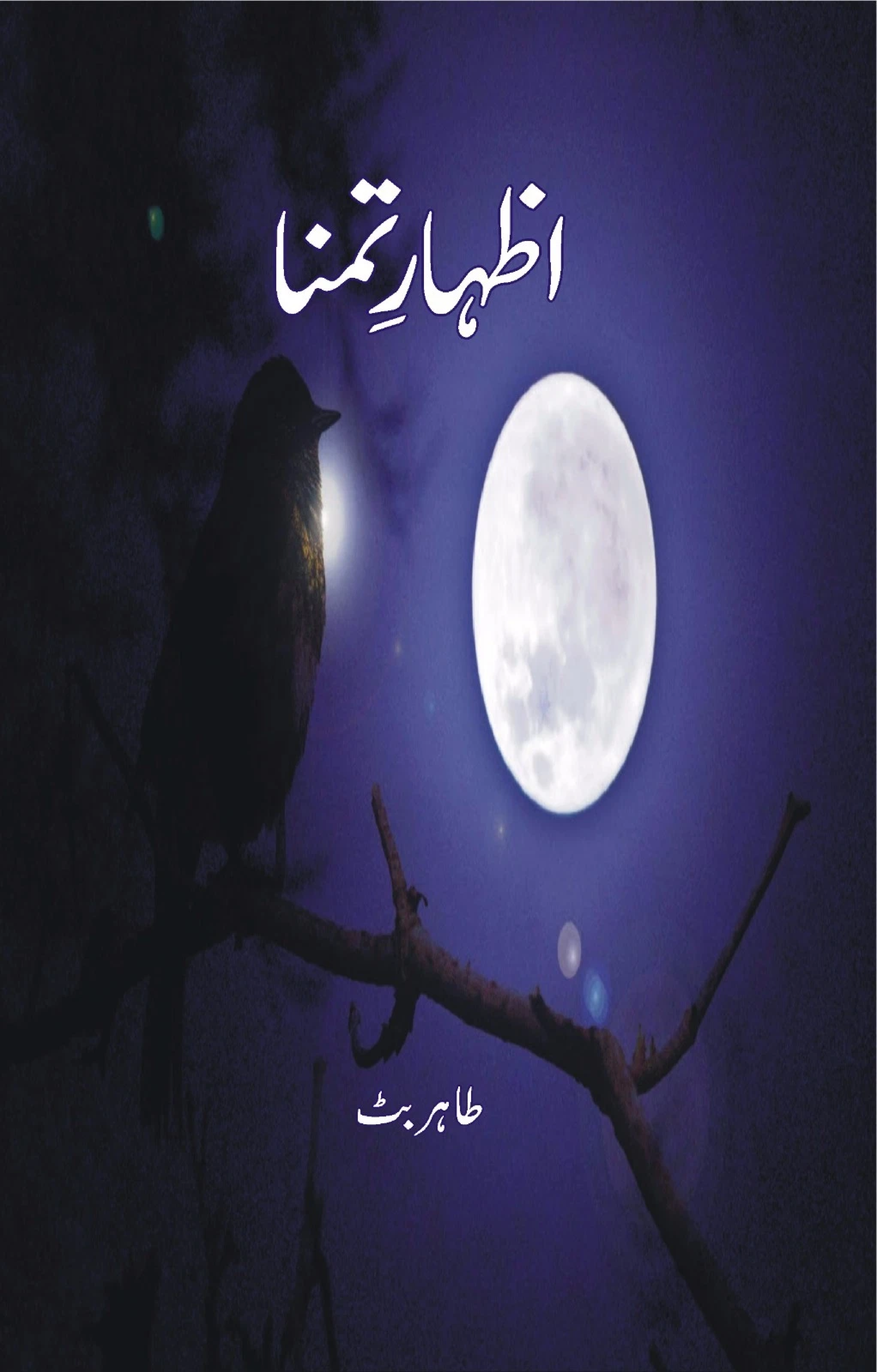


اظہارِ تمنا

طاہر بٹ

اظہارِ تمنّا

طاہر بٹ

انتساب

والدۂ محترمہ

اور

والدِ محترم کے نام

حسنِ ترتیب

پیش لفظ

طاہر بٹ نے دنیائے ادب میں اپنی آمد کا اعلان اپنے پہلے مجموعہ ''ہجر حویلی'' کی اشاعت کے ساتھ ہی کر دیا تھا۔اور اپنے تعارف میں ہی یہ حقیقت بھی واضح کر دی تھی کہ وہ شعری ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہیں۔شاعری محسوسات کی خوشبو ہے اور حساس دلوں میں یہ خوشبو ایسے اتر جاتی ہے کہ وہ زندگی بھر اس سے فیض یاب ہوتے چلے جاتے ہیں۔طاہر بٹ کی شاعری بھی اپنے اندر ایسی ہی خصوصیت رکھتی ہے۔ان کے اشعار بھی ہمارے دل و دماغ کی سرزمین میں گلہائے محبت کی آبیاری کرتے ہیں۔جن سے ہمارے احساس میں رنگ و بو کی چاشنی اجاگر ہوتی چلی جاتی ہے۔

''اظہارِ تمنّا'' اُن کا دوسرا مجموعہ ہے۔اس میں بھی ان کے فنی محاسن اپنی جلوہ گری سے قارئین کو نہ صرف متاثر کرتے ہیں بلکہ دیارِ غیر میں رہنے والوں کو ایک ادبی آسودگی بھی مہیّا کرتے ہیں ۔اس طرح وہ لوگ جو اپنی زبان اور اپنے وطنوں سے دور مہاجرت یا ہجر زدگی میں مبتلا

ہیں۔ وہ اپنے دلوں کی بات طاہر بٹ کے شعروں میں
جھلکتی اور چھلکتی محسوس کرتے ہیں۔ بجا فرماتے ہیں

بجا ہے سات سمندر ہیں درمیاں طاہرؔ
وفا ہے تو نہیں کچھ دل سے فاصلہ دل کا

اور اگر دلِ مہجور سے زمانہ بے وفائی بھی کرے تب بھی وہ تعلّق توڑنا نہیں چاہتے بلکہ یوں گویا ہوتے ہیں

نہیں جو عہدِ وفا نہ سہی جفا ہی سہی
کہ کچھ نہ کچھ رہے قائم یہ سلسلہ دل کا

اک بار کہہ دیا ہے کہ میری زندگی ہے تُو
اب زندگی سے اپنی کیا دغا کریں گے ہم

ہمارا یہ شاعر عزم بالجزم سے دین ہو یا دنیا مداومتِ عمل اور استقامت کا دل وجان سے پابند ہے۔

وفا تو اس کی فطرت میں ہے شامل یہ یقیں رکھنا
کہ طاہرؔ بس تمہارا تھا تمہارا ہے جہاں ہوگا

ساتھ سورج کے ہمیں چلنا ہے تو چلنا ہے
ہم نہیں ایسے کہ جو راہ میں تھک جاتے ہیں

تیرے در سے ہیں اٹھا لائے مرے دوست مجھے
یہ چلے جائیں تو میں بارِ دگر جاؤں گا

سمٹی سمٹائی ہے اس اک بات میں میری حیات
وہ میرا عنوان ہے اور اس کا افسانہ ہوں میں

طاہر بٹ کے اس مجموعے میں زیادہ تر غزلیں ہیں اور حسن تغزّل میں سطحیت پر نہیں آتے بلکہ غزل کی روایت کو قائم رکھتے ہوئے اس صنف میں وہ جدّتِ موضوعات سے اس کو مزید سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں اور تنوّع کو بھی مدّنظر رکھتے ہیں۔

تیرا گھر قبلہ کیا پڑھ لی محبت کی نماز
اور تیمّم کیا ہم نے تیری دیوار کے ساتھ

اپنی تو پی چکے ملے شائد تبرّکاً
کچھ کچھ بچی جو رہ گئی اُس کے گلاس میں

عمر بھر بار ستم تیرا اٹھایا دل نے
کہ تیرے ناز اٹھانے کی قسم کھائی تھی

معاملاتِ عشق و محبت غزل میں سموتے وقت بھی طاہر بٹ خوش سلیقگی کو فراموش نہیں کرتے بلکہ بڑے سلیقے سے اپنی غزل میں ان کو نبھاتے اور سجاتے ہیں۔ جس ان کی غزل میں ایک نکھار سا آجاتا ہے۔ جو دلکشی کو ابھارتا ہے، نکھارتا ہے۔

مدّتوں پہلے دل وجان اسے سونپ آیا تھا
پھر نہیں سوچا یہ نادانی کہ دانائی ہے

یہ داغ تمنّا ہے کوئی کھیل نہیں ہے
اشکوں کا بھی طوفان اسے دھو نہیں سکتا

چاہت ہوئی جو اُن سے تو ہوتی چلی گئی
اُن کا قصور کوئی نہ میرا قصور ہے

بزم جاناں نکال کر مجھ کو
کیا تجھے بھی ملال ہوتا ہے

حسن کی جلوہ آرائیوں،محبوب کی رعنائیوں اور جلوہ سامانیوں کی مرقع نگاری بھی ان کے شعروں میں اپنی بہاریں دکھاتی ہے

اُٹھا ایک نقاب کسی کا ، تیر چلے تھے نظروں کے
آنکھوں نے آنکھوں سے کہا اور دل نے ہم کو رام کیا

اُن نینوں نے کچھ ایسی ادا سے ہمیں دیکھا
ہم ہوش میں تھے وہ ہمیں بہکا سے گئے ہیں
اس حسن فسوں ساز کے کچھ آتشیں جلوے
اک آگ سی دل میں مرِے دہکا سے گئے ہیں

ہے زلف سیہ رنگ میں وہ سیمیں بدن یوں
کہ انجم و مہ دیکھ کے شرما سے گئے ہیں

دل مرا خود میرے ہاتھوں سے نکلتا جائے
جب رُخ یار سے آنچل ہی سرکتا جائے

حسن وعشق کی رَعنائیوں کے ساتھ ہجر کی تنہائیوں سے بھی ہرانسان کا واسطہ پڑتا ہے۔ہمارا یہ شاعران کیفیات کا بھی آشنا ہےاورسوز وگداز کی ان گہرائیوں کا ذکر بھی اس کے یہاں ملتاہے۔

مسکراہٹ میں تری آنسو چھپے دیکھے ہیں
کرب بےشک توکئی دل میں دبائے جائے

قطرۂ باراں تھا تپتی ریت پر
ایک آنسو جو میرے دل پر گرا

جلتے رہے ہیں آپ کے آنگن میں سَو چراغ
سُلگا کیا ہے دور یہاں ساری شب کوئی

تنہا ہوں میں ، سفر ہے، کڑی دھوپ آندھیاں
پاؤں فگار ،خار خار ،رہگزار دیکھ

آنکھیں تو لہو رنگ ہیں دل رو نہیں پاتا
گزرے ہیں کئی سال کہ میں سو نہیں پاتا

طاہر بٹ کی شاعری میں روحانی اور اخلاقی قدروں کی اہمیت بھی جابجا سموئی ہوئی ہے۔وہ حمد وثنائے ربّ دو جہاں سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔اوراس کا حمد یہ لب ولہجہ اپنی تاثیر سے اس کے کلام میں ایک جاذبیت پیدا کردیتا ہے۔

یہ نعمتیں،نظارے یہ روشنی کے دھارے
وہ ذاتِ جاودانی بولو کہاں نہیں ہے
سورج میں بحر و بر میں ہر شام ہر سحر میں
کیا تم کو مِرے پیارو دِکھتا یہاں نہیں ہے

نہ کام یہاں آئے کچھ جرأت رندانہ
خود راز بھی کھولے ہے وہ ذاتِ کریمانہ
آنکھیں نہ انہیں دیکھیں پر آپ نظر آئیں
معبودِ حقیقی کے اندازِ حکیمانہ

حمد کے ساتھ ساتھ نعت کا نذرانہ بھی اس نے خیر البشرؐ خیرالرسل حضرت محمدﷺ کی خدمت میں بصد عجز وخلوص پیش کیا ہے۔

تُو نورِ دوجہاں ہے رخشاں تر ہے چاند تاروں سے
تُو پہنچا عرشِ یزداں تک فلک کی رہگزاروں سے

تمہی ہو نیّر تاباں تمہی ماہِ تمام آقا
ترے اصحاب تیرے قرب میں ہیں سب ستاروں سے
سبھی اعمال تیرے مشعلِ انوارِ روحانی
ترے اقوال بھی سارے ہیں زرّیں شاہپاروں سے

ہمارے اس شاعر کے یہاں اخلاقی اقدار کی پاسداری اور حسن اخلاق کی پائیداری کا سبق اوراحساس بھی شدت سے نظر آتا ہے۔وہ اپنی شاعری میں ان قدروں کی پامالی اور منافقت کی مُلمع کاری پر پریشان،اداس اورافسردہ ہوکر کہتا ہے

طاہؔر وہ دنیا داری میں الجھے ہوئے سے ہیں
اب تو قلندروں کے بھی ہاتھوں میں فون ہے

فکر بے شک کیجئے کہ صاف ستھرا ہو لباس
دل اگر مَیلا ہے پہلے اُسکو دھونا چاہئے

اوراس دل کی صفائی کے لئے وہ ایک مرشد کی اطاعت اور فرماں برداری کے لئےصوفیانہ انداز میں کہتا ہے

مُرشد دا میں پلّا پھڑ کے ڈُبدا ڈُبدا تریا
نہ کُجھ ملیا پھَڑ تسبیحاں نہ کَج بیٹھ مُصلّے

اسی نصیحت کو وہ بڑے پیار سے یوں دُہراتا ہے

عشق بھی یارو عطا کرتا ہے اک ہوش و خرد
رہ کے دیکھو تو کبھی یارِ طرحدار کے ساتھ

اب سوال یہ تھا کہ طاہر بٹ شعر کیوں کہتا ہے اس گرہ کو اس نے خود یوں کھول دیا ہے اور ہمیں اس سر بستہ راز سے یوں آگاہ کیا ہے۔محبوب سے کہتا ہے

شعر و سخن کے حیلے سے کرتے ہیں تجھ کو یاد
ہاتھوں میں ہے ہمارے قلم بھی اسی لئے

ہماری دعا ہے

ع اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

حمد

اُس بِن کہیں جہاں میں کوئی اماں نہیں ہے
جز اُسکے اور کوئی کون و مکاں نہیں ہے

دل میں خلش ہے جس کی ، ہم ڈھونڈتے ہیں جس کو
عشقِ خدا ہے یارو عشقِ بُتاں نہیں ہے

ارض و سماء میں ظاہر ہر سُو ہے حُسن اُس کا
کیا وہ ہمارا خالق ہم میں نہاں نہیں ہے

یہ نعمتیں نظارے یہ روشنی کے دھارے
وہ ذاتِ جاودانی بولو کہاں نہیں ہے

سورج میں بحر و بر میں ہر شام ہر سحر میں
کیا تم کو میرے پیارو دِکھتا یہاں نہیں ہے

نعت

تُو نورِ دو جہاں ہے رخشاں تر ہے چاند تاروں سے
تُو پہنچا عرشِ یزداں تک فلک کی راہگزاروں سے

ترا رشتہ زمینوں کے سِرے سے آسمانوں تک
خدا کی بارگہ تک ہے عرب کے راہگزاروں سے

ترا اِک ایک نقشِ پا ہے منزل دُنیا والوں کی
کہ واقف تُو فقط تھا عشق کی ارفع بہاروں سے

تمھی ہو نیّرِ تاباں تمھی ماہِ تمام آقا
تیرے اصحاب تیرے قُرب میں ہیں سب ستاروں سے

سبھی اعمال تیرے مشعلِ انوارِ روحانی
تیرے اقوال بھی سارے ہیں زرّیں شاہ پاروں سے

تیرا دل بھی تو اک کوہِ گراں صبرو رضا کا تھا
اُٹھایا بار تُو نے جو نہ اُٹّھا کوہساروں سے

سراپا نور تھا نورِ الٰہیٰ سے ترا سینہ
مٹائے تو نے اندھیرے زمیں کے اندھے غاروں سے

رشتہ میں نے بھی ہے جوڑا اُسی غفّار کے ساتھ
جس کی شفقت ہے رہی مجھ سے گناہ گار کے ساتھ

قیس و کوہکن کی طرح عاشقی مذہب ہے مِرا
سر بھی رکھا ہے درِ یار پہ دستار کے ساتھ

عشق بھی یارو عطا کرتا ہے اک ہوش و خِرد
رہ کے دیکھو تو کبھی یارِ طرحدار کے ساتھ

تیرا گھر قبلہ کیا ، پڑھ لی محبت کی نماز
اور تیمّم کیا ہم نے تیری دیوار کے ساتھ

دیکھ کر عشق میں مدہوش مُجھے ، اس نے کہا
ربط ہم رکھتے نہیں ہیں کسی مے خوار کے ساتھ

پاؤں میں ڈالی ہے خود ہم نے یہ زنجیرِ وفا
ہم کو چاہت ہے مگر اب اسی آزار کے ساتھ

شاعری دل کی زباں ہے وہ سمجھتے ہی نہیں
کیا تو سمجھائے گا پھر اُن کو اِن اشعار کے ساتھ

تُو حسن جہاں دیکھے وہ دل میں بسا لے تُو
اک بات تو کر اُس سے افسانہ بنا لے تُو

نہ بام سے وہ اُترا نہ اُس نے بُلایا ہے
اُس یار کی چوکھٹ پر دھونی ہی رَما لے تُو

ہے عشق اگر سچّا رکھ جاں ہتھیلی پر
عُشّاق میں جا اُسکے اب نام لکھا لے تُو

پَت جھڑ ہو بہار آئے کہ ابرِ کرم چھائے
بھاتے نہیں جب دل کو کوئی روگ لگا لے تُو

نہ ہاتھ ترے کانپے اِس فعلِ شنیعہ پر
آ دل سے میرے ظالم کلمے کو مٹا لے تُو

سندور جبیں پر ہے سنگھار ہے مکھڑے پر
اب میرے لہو سے بھی کچھ رنگِ حنا لے تُو

یہ عمرِ گریزاں تو رُکتی ہی نہیں طاؔہر
کچھ یادِ خدا کر کے حسنات کما لے تُو

ہجر سہہ کر وصال ہوتا ہے
عشق کا یہ کمال ہوتا ہے

فصلِ گل دل میں ہے اُتر جاتی
جب بھی اُس کا خیال ہوتا ہے

عید ہوتی ہے چاہ والوں کی
بام پر جب ہلال ہوتا ہے

یہ تو مر کر بھی ہے کہاں مرتا
عشق تو لازوال ہوتا ہے

بزمِ جاناں ! نکال کر مجھ کو
کیا تجھے بھی مَلال ہوتا ہے

ہر کسی کی نظر میں اپنا ہی
عشق بس بے مثال ہوتا ہے

پیار ہو جائے تو اُسے طاؔہر
بھول جانا محال ہوتا ہے

چھپاؤ عشق گر دل میں تو آنکھوں سے عیاں ہوگا
تڑپ جس دل میں بھی ہوگی وہی محوِ فُغاں ہوگا

اگر بازی پلٹ جائے وفا کی ہار ہو جائے
سبب اُس کا بھی پھر کوئی تمہارا رازداں ہوگا

کہ ہم تو پہلے بھی تنہا تھے اور ہم اب بھی رہ لیں گے
اگر تم ہوگئے تنہا تو تم پر یہ گراں ہوگا

کنارے پر جو ہم پہنچے نہ منزل تھی نہ ساحل تھا
کبھی ہم نے نہ سوچا تھا کہ ایسا امتحاں ہوگا

اگر اُس سے محبت ہے جا کر بول دو اُس سے
رہا یہ راز گر دل تک تو پھر جی کا زیاں ہوگا

خدا تھوڑی ہے وہ تم پر کرے نظر کرم اپنی
ارے وہ سنگ دل تم پر کبھی نہ مہرباں ہوگا

وفا تو اُسکی فطرت میں ہے شامل یہ یقیں رکھنا
کہ طاہرؔ بس تمہارا تھا ، تمہارا ہے جہاں ہوگا

دیکھا ہے جب سے اُسکو یہ دل کوہِ طور ہے
گرچہ دھواں دھواں ہے مگر پُرزِ نور ہے

وہ فخرِ گل ہے رنگ میں خوشبو میں لاجواب
دریا ہے چاندنی کا تو صورت میں حُور ہے

گر جان و دل لٹائے ہیں اُس پہ تو کیا ہوا
کچھ غم نہیں جو روح بھی زخموں سے چُور ہے

دُنیا جو کہتی ہے مجھے کہتی رہے ہزار
آنکھوں کا نور وہ میرے دل کا سرور ہے

نظریں ملیں تو میں نے کہا دل ملائیے
کہنے لگے ہنوز یہ دلّی تو دور ہے

چاہت ہوئی جو اُن سے تو ہوتی چلی گئی
اُن کا قصور کوئی نہ میرا قصور ہے

سنبھالا اُس کو لاکھ سنبھلتا ہے یہ کہاں
طاہرؔ بھی کیا کرے جو یہ دل ناصبور ہے

ذِکرِ دورِ شباب نہ کر تُو
یاد رنگیں گلاب نہ کر تُو

تیر نظروں کے دل میں رہنے دے
اور خانہ خراب نہ کر تُو

پھر تو کس پہ کرے گا ظلم و ستم
اور مجھ پر عتاب نہ کر تُو

تیرا عاشق ہوں ، ہے یہی کافی
اب سوال و جواب نہ کر تُو

تُو ہی نہ قرض دار ہو میرا
مجھ سے ذکرِ حساب نہ کر تُو

عشق کرنا بھی اک عبادت ہے
پھر نبھانا بڑی سعادت ہے

اپنے ہم ذوق ہیں رقیب سبھی
ہم کو اُن سے دلی ارادت ہے

کیا محبت کا دوں ثبوت تمھیں
دل کی دھڑکن میری شہادت ہے

اُس کو لکھ دے میرے مقدّر میں
گر دُعا کی کوئی اجابت ہے

در گزر اُسکی بے وفائی سے
کہ ہماری ، وفا روایت ہے

تم کو جی بھر کے دیکھ لوں جاناں
بولئے ، کیا مجھے اجازت ہے

عمر جیسے کٹی ، کٹی طاہرؔ
کوئی شکوہ ہے نہ شکایت ہے

جیون بیتا لیکن نہ یہ چاہ کا کام تمام ہوا
ختم ہماری جاں سے ایسے رشتۂ صبح و شام ہوا

من اور تُو کا ناطہ ہو کہ انا الحق کا نعرہ ہو
نفئِ ذات بھی کر کے دیکھی دور نہ یہ ابہام ہوا

ذات صفات جب اس مولا کی ہر دم قائم دائم ہیں
منقطع پھر الہام سا کیسے اُس کا ہر پیغام ہوا

بندے کو جب وہ نہ پکارے تُو ہے یہاں پر عبد مرا
بندگی کا پھر ہر اک دعویٰ ایک خیالِ خام ہوا

سمجھا تھا آکاش ہے یہ پرواز قفس تک لے آئی
عشق کا بھولا پنچھی ایسے تھک کر زیرِ دام ہوا

لکھنا پڑھنا سیکھا جب تو دل کی کوری تختی پر
سب سے پہلے حرف جو لکھے ، پڑھے تو تیرا نام ہوا

عمر گزاری چاہت میں تب جا کر یہ معلوم پڑا
دل لینا دل دینا طاہرؔ یہ بھی کوئی کام ہوا

میری حالت کوئی تجھکو بتائے ، جائے
کیا کریں دل کو کہ یہ تجھ ہی پہ آئے جائے

مسئلے عشق کے حل ہوں بھی تو کیسے حل ہوں
ہم تمنّائی ، اُسے شرم ستائے جائے

درد سے دامنِ دل چاک ہوا جاتا ہے
دل سا خوگر اُسے اندر ہی بسائے جائے

مسکراہٹ میں تری آنسو چُھپے دِکھتے ہیں
کرب بے شک تو کئی دل میں دبائے جائے

بھول جانا مرے اُس شوخ کی عادت ہے مگر
کبھی بُھولے سے میرے گھر میں بھی آئے جائے

ہاتھ اُس نے یونہی پہلو سے زمین پر رکھّا
دل میرا چاہا پکڑ لے اُسے ہائے ، جائے

جانے کیا چیز ہے اُس شخص کی صورت طاؔہر
وہ تو خوشبو کی طرح دل میں سمائے جائے

دل اٹکے ، ہے وہ زلف کا خم بھی اسی لئے
بیٹھے ہوئے ہیں ، آپ بھی ، ہم بھی ،اسی لئے

تا کہ مجاز میں بھی حقیقت دکھائی دے
نکلا بُتوں پہ ہے میرا دم بھی اسی لئے

یہ سلسلہ ہے عشق کا پھیلا ہے چار سُو
سجدے بھی ہیں ، طوافِ حرم بھی اسی لئے

قطرہ بہ قطرہ رِستا ہے ہر آن خونِ دل
رہتی ہماری آنکھ ہے نم بھی اسی لئے

نشہ نہ ٹوٹ جائے کہیں اُسکی چاہ کا
مشقِ ستم بنے میاں ہم بھی اسی لئے

شعر و سخن کے حیلے سے کرتے ہیں تجھ کو یاد
ہاتھوں میں ہے ہمارے قلم بھی اسی لئے

طاہرؔ وہ بے وفا سہی دل کا بُرا نہیں
میری خوشی بھی اس لئے غم بھی اسی لئے

دے اذنِ رقص پھر مجھے بے اختیار دیکھ
اک بار چھیڑ کر تُو میرے دل کے تار دیکھ

تنہا ہوں میں ، سفر ہے ، کڑی دھوپ ، آندھیاں
پاؤں فگار ، خار خار ، رہگزار دیکھ

کچھ خواب تھے گِنے چُنے پورے ہوئے مِرے
جو مل سکے نہ اُن کے لئے انتظار دیکھ

مانگی بہار ، پائی خزاں ، ٹوٹ گیا دل
پھولوں کی جا پہ ہاتھوں میں کانٹوں کا ہار دیکھ

اُسکے قدم جہاں پڑے آئی وہاں بہار
طاؔہر بھی گُنگنایا ہے مثلِ ہزار دیکھ

ایک خدا ہے اک بندہ ہے
عشق تو اک گورکھ دھندا ہے

پانی اک میٹھا اِک کڑوا
ایک ہے پاک اور اِک گندا ہے

عشق امر ہے تیرا میرا
ایک چکور تو اِک چندا ہے

پریت کا کاروبار کیا تو
نہ سوچو پھر یہ مندا ہے

عشق میں وصلِ یار نہ ہو تو
پھر تو گلے کا یہ پھندا ہے

جاں ہے صدقے تجھ پر جانم
مری طرف سے دل چندہ ہے

طاؔہر کو بھی بخش دے داتا
آخر کو تیرا بندہ ہے

کہتے ہیں لوگ دَیر و حرم میں سکون ہے
مُجھکو مگر تمہارے ہی در کا جنون ہے

دُنیا میں امن ، آشتی ملتی نہیں کہیں
اب بحر و بر میں دیکھئے ہر سمت خُون ہے

بے شک وہ تھے تمہاری رفاقت کے چار پل
چاہت اُنہی کی پر میرے دل کے دُرون ہے

سر چڑھ کے بولتا ہے ہر اک دل و دماغ پر
جاناں تمہارے حُسن کا ایسا فُسون ہے

طاؔہر وہ دنیا داری میں اُلجھے ہوئے سے ہیں
اب تو قلندروں کے بھی ہاتھ میں فون ہے

آنکھ میں آسماں کی سطوت ہے
اور لب منبعِ حلاوت ہے

ذات تیری سراپا صدق و وفا
جھوٹ سب ، تُو فقط حقیقت ہے

نہیں تجھ بن کوئی بھی جائے اَماں
تیرے سائے تلے ہی جنت ہے

تُو ہی محبوب تُو حبیب مِرا
زندگی کیا ہے تیری چاہت ہے

تُو وسیلہ خدا کی قُربت کا
تیری اُلفت خدا کی قُربت ہے

کون پہنچا ہے عرشِ یزداں تک
یہ فقط آپکی سعادت ہے

حُسن گلزار تیرے در کا گدا
لالہ زاروں میں ترِی نکہت ہے

ہم تو اُنکے غلام ہو بیٹھے
جن کو تجھ سے کوئی بھی نسبت ہے

سارے رشتے ہیں ذات سے تری
اور سبب اُن کا ترِی چاہت ہے

دینِ مُلا فساد پھیلانا
اِس کا انجام صرف ذلّت ہے

مولا طاہر سے در گزر کرنا
معاف کرنا تو تیری عادت ہے

آؤ تمہیں اُفق کے میں اس پار لے چلوں
ہر دم جہاں مہکتے ہیں گلزار لے چلوں

وہ گُل بہار اور خزاں و قفس میں ہو
اُس کے لئے میں پھولوں کا اک ہار لے چلوں

ویران راستوں میں ہے ہر سمت تیرگی
میں اپنے دل میں نور کا مینار لے چلوں

خوشا مجھے وہ مل سکے شاید کہ راہ میں
میں جان و دل ہی سوئے کوئے یار لے چلوں

طاؔہر پھر اُس کے بعد وہاں سے اُٹھوں گا کیوں
اُس بزم میں خود کو اگر اک بار لے چلوں

تم جیسا ہوں لیکن میری تقدیر جُدا ہے
مٹّی سے خمیر اُٹھا تعمیر جدا ہے

گردش میں ہوں دُکھ لاکھ ہیں اور طوق گلے میں
پاؤں میں مرے پیار کی زنجیر جدا ہے

انسان ہیں اور ہوں گے خطا کار بھی سارے
ہے سب کو معافی مری تعزیر جدا ہے

بارش جو برستی ہے تو بُجھ جاتے ہیں شعلے
ساون کی میرے دل پہ تو تاثیر جدا ہے

میں چاک گریباں ہوں اے فصلِ بہاراں
سب خوش ہیں مرے خوابوں کی تعبیر جدا ہے

تصویروں سے آراستہ ہے آئینہ خانہ
دُکھتی ہوئی دِکھتی میری تصویر جدا ہے

طاؔہر سبھی شعروں میں جگر خون ہیں کرتے
لیکن میرے اشعار کی تفسیر جُدا ہے

دل دُکھانا میرے اُس شوخ کا منشور نہیں
وہ میرا جانِ تمنا ، بُتِ مغرور نہیں

زخم وہ دل کو دیا کر دیا روشن یہ وجود
دُکھتا رہتا ہے مگر یہ کوئی ناسور نہیں

پیار کرتا ہوں پرستش نہیں کرتا تیری
تو بھی محبوب ہے ، معبود تو مشہور نہیں

تیری آنکھوں نے اجاڑا سبھی مے خانوں کو
میں بھی برباد ہوں اِک یہ دلِ مخمور نہیں

حُسن جاناں نے ہے جادو کیا کُل عالَم پر
میرے دل اے میرے دل تُو ہی تو مسحور نہیں

یہ میرا دل ترا گھر ہے اِسے ویران نہ کر
دل نگر پھر سے بسانا ترا دستور نہیں

شرم آجائے گی اک روز تو طاؔہر اُس کو
آئے گا وہ تیری چوکھٹ پہ وہ دن دور نہیں

ہے چُپ دھڑکن مرے دل کی دہائی ہی نہیں دیتی
میری آواز بھی اُس کو سنائی ہی نہیں دیتی

سُنا ہے گل کھلے ہیں کب کھلے ہیں اسکے بن یارو
کہیں بھی مجھ کو فصلِ گل دکھائی ہی نہیں دیتی

عجب اک خامشی سی ہے مرے اس گوشۂ دل میں
کہ آہٹ زندگانی کی سنائی ہی نہیں دیتی

اسے اک عمر ہم نے یوں سنوارا اور سجایا ہے
مجھے تو زُلفِ جاناں اب رہائی ہی نہیں دیتی

یہی دستور ہے جاناں وفاؤں کی شریعت کا
محبت دل کو آزارِ جدائی ہی نہیں دیتی

میں تنہا ہو کے بھی اک پل کبھی تنہا نہیں ہوتا
گو قسمت تو مجھے تجھ تک رسائی ہی نہیں دیتی

تیرے کہنے پہ میں چُپ ہوں ، وضاحت تیری باتوں کی
گواہی دیتی ہے دِل کی ، صفائی ہی نہیں دیتی

اُلفت کا دوستی کا کچھ معنیٰ نہیں رہا
اب دوستو وفا کا زمانہ نہیں رہا

جلتے ہیں ہونٹ دوستو چاہت کے راگ سے
کوئی کسی کا اب تو دیوانہ نہیں رہا

بیگانگی بھی دوغلہ پَن کا ہوئی شکار
اپنائیت کا دَور تو مانا نہیں رہا

عشق و ہوس کے بیچ کی دیوار گر گئی
ایمان و آگہی کا زمانہ نہیں رہا

زندہ ہوں میں ابھی ، نہیں کہنا یہ دوستو
وہ نعرہ حق کا رقصِ مستانہ نہیں رہا

عشق میں اپنا نام کر جائیں
موت سے پہلے ہم جو مر جائیں

زندگی بھر سمٹ نہیں پاتے
لوگ ایسے بھی کچھ بکھر جائیں

صُبح ہوتے ہی ہم مثالِ طُیور
سوچتے ہیں کہ اب کدھر جائیں

جس پہ اُس شوخ کی عنایت ہو
اُس کے دونوں جہان سنور جائیں

اُس کی راہوں میں ہم کو بیٹھے ہوئے
ہوگئی شام اب تو گھر جائیں

اُس کے دل میں تمام دل والے
اس کی آنکھوں میں ڈوب کر جائیں

عشق میں وہ ملے ہیں دکھ طاؔہر
پیار کا نام سُن کے ڈر جائیں

جب بھی منزل ملی میں لوٹ کے گھر جاؤں گا
ورنہ دورانِ سفر جاں سے گزر جاؤں گا

تیرے قدموں میں گرے جو وہی انساں ہوں گے
میں ستارہ ہوں فضاؤں میں بِکھر جاؤں گا

مجھ کو تسلیم کہ ہوں عشق میں بدنام بہت
تیری زلفوں میں اگر بیٹھا سنور جاؤں گا

تجھ سے محبوب اگر مجھکو عطا ہو جائے
تیرے نینوں کی قسم ہے میں سُدھر جاؤں گا

تیرے در سے ہیں اُٹھا لائے مرے دوست مجھے
یہ چلے جائیں تو میں بارِ دگر جاؤں گا

مَر مَر کے زندگانی گزارا کریں گے ہم
تیرے بغیر اور بھلا کیا کریں گے ہم

جب جاں میں نے پیش کی تو اُس نے یہ کہا
نا پائیدار چیز کیوں رکّھا کریں گے ہم

اک بار کہہ دیا کہ میری زندگی ہے تو
اب زندگی سے اپنی دغا کیا کریں گے ہم

امرت بھی ہے تو زہر بھی نینوں میں یار کے
اب اُن پہ مرنا ، جینا گوارا کریں گے ہم

تا زندگی اسیر ہیں ہم زُلفِ یار کے
اُس سے رہائی کا نہ تقاضا کریں گے ہم

اب دل کی دھڑکنوں میں نہیں ہے طلب کوئی
چاہت میں کر گیا ہے مجھے جاں بلب کوئی

چاہے گا مجھ کو کون کہ مجھ میں ہنر ہے کیا
دنیا میں کس کو چاہتا ہے بے سبب کوئی

جلتے رہے ہیں آپ کے آنگن میں سَو چراغ
سُلگا کیا ہے دُور یہاں ساری شب کوئی

گھر میں مرے اُداسیاں کب سے ہیں خیمہ زَن
اے بدگمان چھیڑ دے سازِ طرب کوئی

پوچھا نہ جس نے زندگی بھر میرا حالِ دل
جاؤں گا جب جہاں سے میں روئے گا کب کوئی !

سوکھے پتّوں کی تھی گرنے کی صدا
دل یہ سمجھا ہے تری آوازِ پا

قطرۂ باراں تھا تپتی ریت پر
ایک آنسو جو مرے دل پر گرا

تھا وہ تیرے ہجر کا داغ سیَہ
مجھ کو لگتا ہے وہ روشن سا دیا

خُونِ دل کی اک نئی صورت ہے یہ
اشک بن کر آنکھ سے جو بہہ رہا

جان کر جیون گزارا میں نے ہے
تیری محفل میں وہ لمحہ قرب کا

ہم بھی تو کاش ہوں ترے حلقۂ خاص میں
مر مر کے ہم جیئے تو اِسی ایک آس میں

دل خوں ہوا ہمارا تو کیا تری معذرت !
بدلے میں دل ہی لیں گے ترا ہم قصاص میں

تُو زیبِ تن کرے تو سنورتا ہی جائے ہے
کھلتے ہیں رنگ اور بھی تیرے لباس میں

چاہت ملے گی اُس سے ہمیں کچھ گماں نہ تھا
دل دے کے ہم تو بیٹھے تھے دُنیائے یاس میں

ویسے ہمارا جینا بھی کیا خاک جینا ہے
جیتے ہیں ہم تو بس اُسی کافر کی آس میں

اپنی تو پی چکے ملے شاید تبرکاً
کچھ کچھ بچی جو رہ گئی اُس کے گلاس میں

طاہرؔ وہ سامنے کہاں ، آئے جو خیال میں
رہتا ہے کون پھر میاں ہوش و حواس میں

قطعہ

نہ کام یہاں آئے کچھ جرأتِ رندانہ
خود راز بھی کھولے ہے وہ ذاتِ کریمانہ

آنکھیں نہ انہیں دیکھیں پر آپ نظر آئیں
معبودِ حقیقی کے اندازِ حکیمانہ

قطعہ

بزعم خود کرو ہو ہمیں شرمسار تم
لیکن کما رہے ہو یہ لعنت ہزار تم

تم جل رہے ہو اور ہیں ہم پھول پھل رہے
مولا کے یار ہم ہیں کہ مولا کے یار تم !

گیت تم آپ لکھو آپ ہی گاتے جاؤ
عمر جو باقی ہے تم یونہی گنواتے جاؤ

ہم نے پیار کیا ہے یہ تمہارا حق ہے
دل ہمارے کو بہر طور ستاتے جاؤ

اُس کی طاعت ہے اگر نقش تمہارے دل پر
ہر گھڑی نعرۂ لبیّک لگاتے جاؤ

تم کوئی نغمہ کوئی ساز تو ایسا چھیڑو
ہر بُجھے دل میں محبت کو جگاتے جاؤ

جو کہ بچھڑوں کو بھی قربت کا اُجالا بخشے
دیپ وہ ہجرحویلی میں جلاتے جاؤ

نئے آلام کو بھی دل میں جگہ دینی ہے
جو پرانے ہیں سبھی غم وہ بھلاتے جاؤ

ڈھلنے ہی والی ہے طاہرؔ یہ ابھی شامِ حیات
جاتے جاتے تو کوئی شعر سناتے جاؤ

چھوئے ہر دل وہ آہِ رسا چاہیئے
درد بھی مجھکو سب سے جدا چاہیئے

حق و باطل میں جو فیصلہ کر سکے
مجھکو مُنصف بھی کوئی کھرا چاہیئے

آئینہ خانہ وہ میرا دل ہو جہاں
تو ہی آتا نظر جا بجا چاہیئے

میرے دل کے مٹا دے جو خدشے سبھی
مجھ کو ایسی قبول اک دعا چاہیئے

جو کہ ہر درد میں مثلِ تعویذ ہو
میرے زخموں کو ایسی دوا چاہیئے

کب تلک دیکھوں میں خون بہتا ہوا
بحرِ غم میں کوئی نا خُدا چاہیئے

یہ سُخن گوئی طاؔہر نہ کام آسکی
میری خاموشیوں کو صدا چاہیئے

ایک شعر

اے جاں! نہ میری ذات پر تو اتنا غور کر
یہ تیری ذہنی پہنچ سے اُوپر کی چیز ہے

حالاتِ حاضرہ احباب لکھے جاتے ہیں
کہ پہلے جنگ سے اسباب لکھے جاتے ہیں

ہے کون ظالم و مظلوم یہ بتاتے نہیں
گو خوں ریزی پہ سَو باب لکھے جاتے ہیں

کوئی بے ہنری سی بے ہنری ہے ذرا سوچیں
کتاب غیرِ اُولواالباب لکھے جاتے ہیں

جو بوالہوس ہیں جنہیں عشق کا پتہ ہی نہیں
اُنہی کے نام بصد تاب لکھے جاتے ہیں

یہ سچّے عشق کے ثمرات ہیں ، سلیقے سے
بشکلِ شعر کئی خواب لکھے جاتے ہیں

پیار سچا ہے تو پھر دل میں سمونا چاہیے
نہ کہ دل کے کھیلنے کو اک کھلونا چاہیے

فکر بے شک کیجئے کہ صاف ستھرا ہو لباس
دل اگر مَیلا ہے پہلے اُسکو دھونا چاہیے

اُسکے آنے کا وعدہ تھا نہ ہو پایا وفا
رات کب کی ڈھل چکی ہے اب تو سونا چاہیے

حُسن ہے بے شک جہاں میں خوب سے بھی خوب تر
لیکن اپنا دل ہمیں اک بار کھونا چاہیے !

یاد جاناں چھوڑیئے اب ذکرِ مولا کیلئے
رات کے پچھلے پہر بھی اُٹھ کے رونا چاہیئے

جھیل جیسی گہری آنکھیں ہیں ہمارے یار کی
دل یہ چاہے خود کو اب ان میں ڈبونا چاہیئے

کب سے طاہر ہم کھڑے ہیں اُس کی رَہ میں دل بدست
کچھ خدا کا خوف اب اُس کو بھی ہونا چاہیئے

ایک شعر

گو دیکھنے میں سیدھی تھی سادہ تھی زُلفِ یار
دل پھر بھی ساتھ میرا وہ اُلجھا کے لے گئی

شمعِ حُسن یار کا سچ ہے کہ پروانہ ہوں میں
اور اپنی جان و دل سے اُس کا دیوانہ ہوں میں

سمٹی سمٹائی ہے اِس اک بات میں مری حیات
وہ میرا عنوان ہے اور اُس کا افسانہ ہوں میں

پیار کے اک بول سے کِھل اُٹھتا ہوں گُل کی طرح
گو شرابِ غم سے اک لبریز پیمانہ ہوں میں

اب بھی تیرے درد سے اِس دل میں اُٹھتے ہیں اُبال
دلبرا ہوش و خرد سے لاکھ بیگانہ ہوں میں

خُم کے خُم اوندھے پڑے ہیں جام ہیں ٹوٹے ہوئے
نہ کوئی مےخوار جس میں ایسا میخانہ ہوں میں

دل مرا خود میرے ہاتھوں سے نکلتا جائے
جب رُخِ یار سے آنچل ہی سرکتا جائے

اُس کی آنکھیں ہیں کہ پیمانے لبالب مے سے
تھام لے ہاتھ جو اُس کا وہ بہکتا جائے

سر تا پا اُس کا بدن ہے کہ مجسّم خوشبو
جس طرف جائے وہ ماحول مہکتا جائے

کیفیّت ، گرمیٔ انفاس سے اُسی کی وہ ہے
ہم نَفَس جو بھی ہو اُس کا وہ سلگتا جائے

آرزوؤں کے تلاطم میں کسے ہوش ہے یہ
رات کٹتی ہے کہاں دن کہاں ڈھلتا جائے

آرزو مجھکو درِ یار تلک لائی تھی
ساعتِ وصل تو قسمت میں کہاں آئی تھی

عمر بھر بارِ ستم تیرا اُٹھایا دل نے
کہ تیرے ناز اُٹھانے کی قسم کھائی تھی

عاشقی ہم نے بھی کی ، خواب حقیقت نہ بنے
ہم نہ یوسف تھے نہ فطرت ہی زُلیخائی تھی

مدّتوں پہلے دل و جاں اُسے سونپ آیا تھا
پھر نہیں سوچا یہ نادانی کہ دانائی تھی

جانِ جاں تُو نے بُھلا ڈالا ہے طاؔہر اپنا
تیری محفل میں بہت جس کی پذیرائی تھی

ایک شعر

قوسِ قزح کے رنگ ہیں زلفوں کے چار سُو
نکلا نہا کے یار سنواری ہے اُس نے مانگ

ایک شعر

اس طرح اُس حُسن نے کچھ ہم سے مانگا تھا خراج
کر دیئے ہم نے دل و جان اُس کے قدموں میں نثار

ایک شعر

اس طرح ہم نے تخیّل میں گزاری زندگی
ہم نے پوچھا وقت کو ، نہ وقت نے پوچھا ہمیں

صوفیانہ کلام (پنجابی)

میرا ماہی رُت بہاری ، جلوے نِت نوتّے
اک اے عرش خدا دا اُتّے ، تے اک عرش اے تھلّے

ہَولی ہَولی دِل دِیاں بیلاں چڑھیاں دل دے پاسے
دل تے میرے قبضہ اُس دا رُوح وی اوہدے وتّے

توں اُچّا تے شاناں والا فخر ایں سارے جگ دا
میں نیواں مری ذات وی نِیویں میں تھلّے دے تھلّے

یاں تُوں یا فِر پیار اے تیرا میرے دل دا چانن
عملاں والی گٹھڑی پھولی کُج نئیں میرے پلّے

مرشد دا میں پَلّا پھڑ کے ڈبدا ڈبدا تَریا
نہ کُجھ ملیا پھڑ تسبیحاں نہ کُجھ بیٹھ مصلّے

حُسن اوہدا سی وَن سوَنّا ، ساڈا عشق سی کچّا
اساں ای ہاری دل دی بازی اسی ساں جھل بلّلے

او گلّاں تے عاشق دنیا کَنج آوے فِر واری
تائیں میں تے دل نمانا پھِریے کلّم کلّے

ایک شعر

زمین بنجر ہو وہ کیسے جہاں ابرِ کرم برسے
محبت مر نہیں سکتی اگر دیدار ہوتا ہو

دل دوانے نے کس کی مانی ہے
میری چاہ کی وہی کہانی ہے

اُس کافر سا نہیں حسیں کوئی
پھر بھی قسمت تو آزمانی ہے

سب پہ آتا شباب ہے جاناں
پر یہ تیری عجب جوانی ہے

ہو اجازت تو زندگی اپنی
سنگ ہم نے ترے بِتانی ہے

دل ہے خانہ خراب کچھ ایسے
جیسے بستی کوئی پرانی ہے

میری چاہت امر ہے لاثانی
میری ہستی اگرچہ فانی ہے

باز آ جاؤ عشق سے طاؔہر
بے وجہ جان کیوں گنوانی ہے

جب سے تجھکو دیکھا جاناں دل ہے تیرے نام کیا
رات کٹی سوچوں میں تیری ، صُبح کو یونہی شام کیا

تم کو خبر تو ہوگی کیونکر ہم دیوانے پھرتے ہیں
چین سے کب دن کاٹا ہم نے شب کو کب آرام کیا

اُٹھا ایک نقاب کسی کا تیر چلے تھے نظروں کے
آنکھوں نے آنکھوں سے کہا اور دل نے ہم کو رام کیا

وہ تو ایک حسیں پنچھی تھا دور اُفق میں اُڑتا تھا
پوچھو نہ کہ ہم نے کیسے اس کو زیرِ دام کیا

اپنے آئے غیر بھی آئے ہم نے سَو سَو طعن سُنے
اپنے سر الزام لئے پر تجھ کو نہ بدنام کیا

عشق میں خودداری بھی گئی ہر ایک بھرم بھی ٹوٹ گیا
ساری دُنیا کہتی رہی یہ تم نے کیسا کام کیا

تجھ سے لگا کر دل یہ طاؔہر جوگی بن کے بیٹھا ہے
کام کے اس بندے کو تُو نے کیسا ہے ناکام کیا

پریت بندھن سے بندھی جان چھڑاؤں کیسے
وہ جو بھولے سے نہ بھولیں تو بھلاؤں کیسے

گھر کی ویرانی تو ہر آن پکارے ہے اُسے
وہ نہ آیا ہے ، نہ آئے تو بُلاؤں کیسے

دولتِ زیست تو قدموں میں لُٹا دی اُسکے
اعتبار آئے نہ اُسکو تو دلاؤں کیسے

دل کا افسانہ تو لکّھا ہے مری آنکھوں میں
دیکھنا ہی وہ نہ چاہے تو دکھاؤں کیسے

اس کو پانے کی قسم کھا کے تھا نکلا گھر سے
لوٹ کر جاؤں میں ناکام تو جاؤں کیسے

اے دل تو چھوڑ غیروں کو اپنا دھیان کر
تجھ پہ مرے گا کوئی نہ ایسا گمان کر

مُلّاں تجھے کیا واسطہ دُنیا جہان سے
تو فکرِ غِلماں حُور کو ہی حرزِ جان کر

دُنیا سے دل لگایئے بے شک جنابِ مَن
طرزِ حیات رکھئے گا تقویٰ میں چھان کر

احساس کے شباب سے ہے تازہ دم حیات
بوڑھا ہوا ہے جسم تو دل کو جوان کر

آیا نہ عمر بھر جو تیرا حال پوچھنے
مرنے پہ تیرے آئے گا یہ نہ گمان کر

کہو جو تم سنائیں یہ فیصلہ دل کا
ہے تم پہ چھوڑ دیا ہر معاملہ دل کا

نثار کر دیا تم پر جو پاس تھا اپنے
جو دل گیا سو گیا اب ہے کیا گلہ دل کا

جو دل میں تھا بڑی مدّت سے کہہ دیا آخر
میں دیکھ کر ہوا حیران حوصلہ دل کا

نہیں جو عہدِ وفا نہ سہی جفا ہی سہی
کہ کچھ نہ کچھ رہے قائم یہ سلسلہ دل کا

بجا ہے سات سمندر ہیں درمیاں طاہرؔ
وفا ہے تو نہیں کچھ دل سے فاصلہ دل کا

خواب بے چاہے بھی آنکھوں سے ڈھلک جاتے ہیں
جیسے سمٹے ہوئے آنسو بھی چھلک جاتے ہیں

داغ کچھ ایسے بھی ہیں رونے سے جو دُھلتے نہیں
یہ نشاں سینے کے تو لحد تلک جاتے ہیں

دل میں رہتے ہوئے وہ میری سُنے یا نہ سُنے
میرے نالے تو مگر تا بہ فلک جاتے ہیں

ساتھ سورج کے ہمیں چلنا ہے تو چلنا ہے
ہم نہیں ایسے کہ جو راہ میں تھک جاتے ہیں

حلقۂ یاراں کی ایماء پہ نہ رہنا طاؔہر
کہ مصیبت میں یہی لوگ کھسک جاتے ہیں

کبھی بھولے سے مرے شعر تو گاتا ہوگا
کوئی تو حرف مرا اُس کو بھی بھاتا ہوگا

وہ جو تھا میری کہکشاں کا چمکتا تارہ
اب چمک اور کہیں اپنی دکھاتا ہوگا

اُس نے خود اپنے مقدّر کو ہے تحریر کیا
پیار کے بدلے میں جو پیار کو پاتا ہوگا

ایک پَل ٹھہرو کبھی سوچو تو اسکی بابت
ہو نہ ماں جس کی اُسے کون سُلاتا ہوگا

بات یہ سچ ہے کہ قصّوں میں بھلی لگتی ہے
عشق میں کون بھلا جان گنواتا ہوگا

تم کو معلوم ہے کیا پوچھتے ہو طاؔہر کا
کسی صحرا میں وہ دل اپنا جلاتا ہوگا

دیکھا جو اچانک انہیں گھبرا سے گئے ہیں
چہرے پہ مرے رنگ کئی چھا سے گئے ہیں

وہ چاند سے چہرے کہ جو آنکھوں میں بسے تھے
سب وقت کی اب گرد میں دُھندلا سے گئے ہیں

ہے زُلف سیہ رنگ میں وہ سیمیں بدن یوں
کہ انجم و مہ دیکھ کے شرما سے گئے ہیں

ان نینوں نے کچھ ایسی ادا سے ہمیں دیکھا
ہم ہوش میں تھے وہ ہمیں بہکا سے گئے ہیں

ارماں جو چمکتے تھے ترے گال کی مانند
اب وقت کے ہاتھوں میں وہ گہنا سے گئے ہیں

چُھو کر جو اُسے آئے تھے خوشبووں کے جھونکے
ہر ایک در و بام وہ مہکا سے گئے ہیں

اُس حُسنِ فسوں ساز کے کچھ آتشیں جلوے
اک آگ سی دل میں مرے دہکا سے گئے ہیں

انجام ہے یہ عشق کا تمہید نہیں ہے
بینائی ہے آنکھوں میں مگر دید نہیں ہے

کچھ ایسے وہ بچھڑا ہے میری زیست کا حاصل
اب عید تو آتی ہے مگر عید نہیں ہے

ہے پیار میں جن کے یہ میری زندگی گزری
وہ آئیں میرے مرنے پہ اُمیّد نہیں ہے

گو عمر کٹی میری تری راہوں کو تکتے
پھر بھی یہ مرا دل ہے کہ نومید نہیں ہے

طاؔہر نے یہ کیا کرنے ہیں رنگین مناظر
ان آنکھوں کو حاصل جو تیری دید نہیں ہے

آنکھیں تو لہو رنگ ہیں دل رو نہیں پاتا
گزرے ہیں کئی سال کہ میں سو نہیں پاتا

دھڑکن کی طرح رہتی ہیں یہ دل میں ہمارے
یادوں کا خزانہ تو کوئی کھو نہیں پاتا

یہ داغِ تمنّا ہے کوئی کھیل نہیں ہے
اشکوں کا بھی طوفان اِسے دھو نہیں پاتا

لے جاؤں کہاں میں یہ تری گٹھری جفا کی
انساں ہوں یہ بوجھ تو میں ڈھو نہیں پاتا

جُز حسرتِ غم کچھ بھی نتیجہ نہیں طاؔہر
میں چاہوں یہاں جو بھی وہی ہو نہیں پاتا

درد آنسو سا بہہ گیا ہے کوئی
اور چپ چاپ سہہ گیا ہے کوئی

چاندنی ہے گلی کے چاروں طرف
سامنے گھر میں مَہ گیا ہے کوئی

سب محبت کے روپ ہیں تیری
شاعری میں یہ کہہ گیا ہے کوئی

برق رفتار تھا وہ کیا جانے
بس کے اِس دل میں رہ گیا ہے کوئی

اے خدا اُس کا خیال تُو رکھنا
آخری لفظ کہہ گیا ہے کوئی



https://twitter.com/TahirMButt

طاہر بٹ نے مسلسل کوشش اور محنت سے بہت مختصر وقت میں شاعری کی بساط پر اپنے قدم جمائے ہیں۔اور اب ایک دو برسوں کے دوران ہی میں اپنا دوسرا مجموعہ کلام لئے اہلِ سخن کی داد و تحسین سمیٹنے کے لئے موجود ہیں۔طاہر بٹ اُن شاعروں سے بہت مختلف ہیں جو ہتھیلی پر سرسوں جما کر رات کی رات میں مُلکِ سخن تاراج کرنے کا خواب دیکھتے اور آن کی آن میں خود کو بڑے شاعروں کے زمرے میں شمار کرنے لگتے ہیں۔طاہر بٹ نے اپنے نام کے لاحقے کی ثقالت کے باوجود خود کو ایک لطیف احساس میں پرو رکھا ہے اور دھیمے اور سہج انداز میں سخن سرائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔میرے خیال میں اب وہ شاعری کی اس سطح کو چھونے کے قابل ہو گئے ہیں جہاں انہیں میرے جیسے نقادوں کے لکھے ہوئے تعارفیوں کی ضرورت نہیں رہی۔

ڈاکٹر عبدالکریم خالد